قیصرِ روم اور حضرت عمرؓ

مولوی محمود علی خاں صاحب بی اے مولوی فاضل بھوپال

شاہِ خاور سمتِ مشرق سے نمایاں ہو گیا
نور کی تابش سے ہر ذرہ درخشاں ہو گیا

شہر قسطنطین جاگا پیر و برنا سو اُٹھے
اہل دنیا سو اُٹھے، اہل کلیسا سو اُٹھے

وہ نکیلے گنبدوں پر صبح کی زریں کرن
اور سنہری روشنی میں رقص کُن باغ و چمن

صبح کی ٹھنڈی ہوائیں وہ درختوں کا سرود
جابجا سبزی میں جن کی جلوہ گر حور و قصور

وہ رتھوں کا شور تنگی راستوں پر الاماں
زلزلے میں جس سے آجائے زمین و آسماں

راستے میں رتھ کے آتا گر غلامِ بدنصیب
یا گذرتا وہ کسی مغرور آقا کے قریب

شاہراہِ عام پر کوڑے لگاتے تھے اُسے
سخت بے رحمی سے وہ ظالم ستاتے تھے اُسے

شہر کے ہنگاموں سے کچھ دور اک شاہی محل
تھا جہاں عفریت سیرت ایک دیو آب و گل

یہ محل تھا قصرِ قیصر مرکزِ ظلمِ قدیم
ایک انساں کی رہائش اور یہ تعمیرِ عظیم

وہ غلاموں پر ستم کی ایک زندہ یادگار
اُس نظامِ زندگی میں تھے جو ظلموں کا شکار

حُسنِ فن کا اک نمونہ تھی بنائے قیصری
گرچہ تھی کمزور انساں پر کھلی غارتگری

قصر و ایواں کی بلندی کنگرے اور بُرجیاں
وہ کمالِ صنعت و فنِ عمارت کا نشاں

شکوۂ جور و جفائے آسماں کچھ بھی نہ تھا
بزمِ عیش و طرب میں خوفِ زیاں کچھ بھی نہ تھا

اس پہ طرفہ قیصرہ کا حسنِ کامل دلفریب
لے اُڑا تھا قلب سے قیصر کے جو صبر و شکیب

تھا کمالِ حُسنِ فطرت اُس کے رُخ پر جلوہ ریز
دشمنِ ایمان و دیں محشر بداماں فتنہ خیز

شاہدِ تقویٰ شکن زاہد فریب و عشوہ کار — دیکھ کر جس کو ہو مفتوں عابدِ شب زندہ دار
سرمۂ قدرت سے آنکھیں سحر پرور فتنہ زا — قد وہ آفت ہر قدم پر جس سے محشر ہو بپا
چال مستانہ بھی لیکن تھی تصنع سے بری — حورِ جنت کا نمونہ تھی وہ قیصر کی پری
بات میں معصومیت، آواز میں موسیقیت — ہر تبسم جاذبیت، ہر ادا محبوبیت
قیصری نعمت کا پروردہ وہ حسنِ بے مثال — وہ مجسم صورتِ خوبی و تمثالِ جمال
دوسرے حصے میں تھا قیصر کا تفریحی مقام — مغربی حسن و لطافت کی نمائش گاہِ عام
وہ کنیزانِ حرم وہ دلبرانِ شاہِ روم — صورتیں معصوم اور دل میں گناہوں کا ہجوم
وہ کلیلیں، قہقہے، وہ شوخیاں بیباکیاں — جن میں جا کر ختم تھیں قیصر کی رعب اندازیاں
کوئی تھی ساغر بکف اور تھی کوئی بربط بدست — اس حسیں منظر میں بھی رہتی تھی قیصر کی نشست
تیسرے حصے میں تھا قیصر کا اک دربارِ خاص — تھے جہاں اہلِ تقرب اور اہلِ اختصاص
راست و چپ ارکانِ دولت صف بصف استادہ تھے — ظلم ہو یا انصاف ہو تعمیل پر آمادہ تھے
تھے غلامانِ حبش بھی واں قطار اندر قطار — قیصرِ جبار کی آمد میں محوِ انتظار
مرمریں کھمبوں کے آگے مثلِ تمثالِ سیاہ — ساکت و صامت کھڑے تھے اور زمیں پر تھی نگاہ
تھے اسی عالم میں سب اتنے میں قیصر آ گیا — رعب و ہیبت کا سماں درباریوں پر چھا گیا
رعب کیا تھا خوف تھا انسانِ خوں آشام کا — تھا غریبوں پر تسلط دیو نافرجام کا
ہاتھ پھیلے سر جھکے آدابِ رومی کے لیے — بندگی انساں نے کی انسان کی شومی کے لیے
اشرف المخلوق کی عزت ملی سب خاک میں — بس گئی حیرت کی دنیا چشمِ عبرتناک میں
بولا قیصر اپنے سرداروں سے ہے اسلام کیا — یہ عمرؓ ہے کون؟ اور دنیا میں اس کا کام کیا؟
فاقہ مستانِ عرب ہیں دشمنِ تہذیب و فن — دینِ عیسیٰ کو مٹائیں گے یہ اربابِ فتن

صدق و ایماں کو مٹانی پر بھی تقریریں ہوئیں — نورِ یزداں کو بجھانے کی بھی تدبیریں ہوئیں
اِک طرف تھا روم میں یہ منظرِ جاہ و حشم — اور عرب میں تھی عمرؓ کی شہرتِ عدل و کرم
وہ شجاعت وہ دلیری حق پرستی کے لیے — محنت و سعی و عمل کمزور ہستی کے لیے
رات بھر مفلس غریبوں کی خبر گیری سے کام — خواجگی سے کچھ نہ مطلب اور نہ کچھ میری سے کام
بیکسوں پر وقف تھا سرمایہ بیت المال کا — بس خیال اُس کو تھا معذور و پریشاں حال کا
یاں نہ تھے خدام، اور اُن کا لباس زرق برق — نے عبا تھی اور نہ تاجِ خسروی تھا زیبِ فرق
تھا عمرؓ میں نورِ ایماں اور روحانی کمال — جس کے آگے ہیچ تھا وہ قیصری رعب و جلال
تھی اِدھر یزداں کی قوت اور اُدھر ابلیس کی — یاں حکومت عدل کی واں مکر پر تلبیس کی
اِک شکستہ پیرہن تھا اُس کے جسمِ پاک پر — تھا نہ کچھ بھی عار اُس کو بیٹھنے سے خاک پر
پیرہن میں جسم تھا اور جسم میں روحِ عظیم — تھا عمرؓ میں نورِ یزداں اور اُدھر نارِ جحیم
یاں صداقت ہی صداقت تھی تصنع سے بری — واں تھی قائم ظاہری شوکت پہ شانِ قیصری
شام و ایران و عرب اور مصر تھا زیرِ نگیں — پر کوئی ایواں نہ تھا قصرِ امیر المومنیں
عیش و عشرت تھی نہ مخلوقِ خدا کو لوٹ کر — خدمتِ خلقِ خدا تھی ناخدا سے چھوٹ کر
سادگی اور سادگی میں جلوہ صدق و یقیں — جس کے آگے جھک پڑی گردن فرازوں کی جبیں
بوریے میں تھی جو شوکت تختِ شاہی میں نہ تھی — اور عمامے کی وہ عظمت کج کلاہی میں نہ تھی
تابشِ حق نے مٹا دیں سب ملمع سازیاں — جیت لیں انصاف نے ظلم و ستم سے بازیاں

ہے تلاشِ حق تو دنیا سادگی پر آئیگی
ورنہ ہر کمزور ہستی کو مٹاتی جائیگی